Regd. No. A. [illegible]
Telephone No. [illegible]
Telegram "ANJUMAN"

قیمت سالانہ [illegible] روپے
ایک پرچہ [illegible]
تاریخ اشاعت
[illegible]

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۶ | علی گڈھ - ۱۵ جولائی ۱۹۵۷ ع | شمارہ ۲۷

خطبۂ صدارت اُردو کانفرنس

از
کرنل بشیر حسین صاحب زیدی صدر انجمن

(بہ سلسلہ گذشتہ)

دوستو اور ساتھیو!

اردو کا حق اسے اسی وقت ملے گا جب اردو والے اپنی زبان کی ہندستانیت، عوام پسندی، تہذیبی قدر و قیمت، اعلیٰ اخلاقی اقدار اس کے چلن اور رواج کو اور واضح کر سکیں گے۔ جب ہندستان کے دکھ درد میں ان کی شرکت اور گہری ہوگی۔ جب ان کا اعتماد اپنی جمہوریت پر اپنی قومی زندگی کے آئندہ نقشے پر اور مستحکم ہوگا۔ حکومت سے مطالبہ کرنا ہمارا جمہوری حق ہے اور ہمیں نہایت بے خوفی اور اعتماد سے اپنے مطالبات پیش کرنا چاہئیں۔ ہمیں اس وقت تک نہ خود چین سے بیٹھنا چاہیے نہ دوسروں کو چین لینے دینا چاہیے جب تک ہمارے سارے مطالبات منظور نہ ہو جائیں۔ مگر حکومت سے بہت کچھ منوا لینا بھی سب کچھ نہیں ہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے ۱۹۵۳ء میں لکھنؤ کے اردو کنونشن کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"اگر ہمارا مطالبہ پوری طرح مان لیا جائے تب بھی ہمارا کام ختم نہ ہوگا۔ زبان کی ترقی کے راستے بس وہی نہیں ہیں جن پر حکومت کی مدد سے چلا جا سکے۔ میں اس خیال کا آدمی ہوں کہ اگر یہ سب راستے بند کر دیئے جائیں تو ہماری کوشش سے اتر پردیش میں اردو زندہ ہی نہیں رہ سکتی، ترقی بھی کر سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ سب راستے کھل جائیں اور ہماری پست ہمتی سے اردو کی ترقی ہی ختم نہ ہو جائے بلکہ اردو ختم ہو جائے۔ زبان کا مستقبل اس کے بولنے والوں، اس کے لکھنے والوں، اس کے شاعروں، اس کے ادیبوں، اس کے معلموں کے ہاتھ میں ہے اور ان کی سعی کے راستوں کی درستی پر۔ اگر یہ لوگ زبان اور اس کے ادب کو چند خواص کا اجارہ دار سمجھیں گے تو اس جمہوری دور میں زبان آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ زبان کی ترقی کے اہم کاموں میں زبان کی ترویج ہے۔ اس ملک میں جہاں پڑھے لکھوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ترویج کے کام میں بڑی گنجائش ہے۔ آپ کو جب اپنی زبان کے مستقبل سے اتنی دلچسپی ہے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس کی ترقی کی راہوں پر بھی غور کریں اور ان پر چلنے کی تدبیریں نکالیں۔ یہ اردو کا کام ہی نہیں ہندستان کا کام ہے۔"

حکومت جو قوانین بناتی ہے ان پر کس حد تک عمل ہوتا ہے خواب اور حقیقت، خیال اور عمل، تصور اور تصویر میں کتنا فرق ہے لازمی جبری تعلیم ہمارے بنیادی حقوق میں شامل ہے کتنی ریاستوں نے اس کا انتظام کیا ہے۔ ہماری منزلِ مقصود سوشلزم ہے ہم اس طرف کس رفتار سے جا رہے ہیں، ذات پات کا فرق چھوت چھات، اونچ نیچ کا امتیاز قومی جرم ہے۔ حکومتوں کے قوانین بھی ہوں لیکن حکومتوں کا عمل سماج کی صحت ذہنی کے مطابق ہوتا ہے۔ ہمارا بڑا کام اپنے سماج میں اردو دوستی کی فضا پیدا کرنا ہے اس کے لئے سب سے اہم خود ہمارا عمل ہے۔ سماج کے لئے عمل اور اپنے لئے عمل۔ سماجی تعمیر میں حصہ لینے کے علاوہ کیا ہم اردو کی ترویج و اشاعت کا مقدس کام خود اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے کیا ہماری ہر شاخ اپنے حلقے میں ایک ہزار آدمیوں کو ایک سال میں اردو نہیں پڑھا سکتی۔ اس سلسلے میں مجھے جنوبی ہند میں ہندی کے پرچار کا خاص طور سے ذکر کرنا ہے۔ ایک صاحب جو اس وقت وہاں ہندی کے بہت بڑے حامی ہیں اپنا تجربہ بیان کرتے تھے کہ شروع میں جب ہندی کے ایک معلم نے ان سے درخواست کی کہ وہ خالی وقت میں تھوڑی سی ہندی سیکھ لیں تو انھوں نے اسے جھڑک دیا اور کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے مگر وہ دھن کا پکا

ہمت نہ ہارا اور کچھ دن بعد پھر نازل ہوگیا۔ انھوں نے اسے پھر ٹال دیا۔ مگر وہ پھر آن موجود ہوا اور پوچھنے لگا کہ آپ کبھی وقت تھوڑی سی فرصت ہندی پڑھنے کیلئے نکال سکتے ہیں۔ انھوں نے جھلا کر اُسے دس بجے رات کو بلایا اور وہ بھی ایک بلا کی طرح اُسی وقت نازل ہوگیا۔ اس کا آنا تھا کہ ان حضرت کی کایا پلٹ گئی اور نہ صرف انھوں نے خود ہندی سیکھی بلکہ مدراس میں ہندی کے سب سے بڑے حامی بن گئے۔

ہمارے ملک میں علم کی پیاس بہت ہے اور ابھی تک بدقسمتی سے خواندگی کی رفتار بہت سست ہے۔ کیا ہم اس رفتار کو اپنی کوشش سے کچھ تیز نہیں کر سکتے؟ ایسے لوگ بھی خاصی تعداد میں ہیں جو اردو سمجھتے ہیں، اس کے ادب کی قدر کرتے ہیں، مگر اردو رسم خط سے واقف نہیں۔ کیا ہم انھیں یہ رسم خط نہیں سکھا سکتے۔ ہاں اس کے لئے ہمیں اپنے رسم خط میں کچھ اصلاح کرنی پڑے گی اور طریقۂ تعلیم کو زیادہ آسان اور سائنٹفک بنانا پڑے گا۔

ہماری شاخوں کا کام صرف ادبی جلسے کرنا، مشاعرے کرنا حکومت کے رویّے کے خلاف احتجاج کرنا ہی نہیں ہے۔ ان کا کام یہ بھی ہے کہ مقامی وسائل کے مطابق بچوں اور بالغوں کے لئے اسکول کھولیں، چھوٹے چھوٹے مرکز قائم کریں جن میں لوگوں کی تفریح اور دلچسپی کا سامان ہو اور ان کے لئے اردو پڑھنے کا بھی انتظام کام خشک اور غیر دلچسپ ہے اور جلد اس میں حیرت انگیز نتائج بھی نہیں نکل سکتے۔ مگر کرنے کا کام ہے اور کسی نہ کسی طرح کرنا ہی ہے اس سے، علاوہ اور فائدوں کے ہماری ذہنی تربیت بھی ہوگی اپنے پر اعتماد بھی بڑھے گا۔ عمل کی قوت جلا پائے گی اور دوسروں پر بھی اثر ہوگا۔

اردو کی ترقی کے لئے سب سے ضروری کام ہے اپنے طور پر اردو کی تعلیم کا انتظام سمجھا یہ حکومت کا اچھا انتظام بھی ہمارے ناقص انتظام سے بہتر نہ ہوگا۔ ہمارا کام حکومت کے لئے نمونہ اور مثال ہوگا۔ ہمارے قاعدے اور درسی کتابیں، اس کے منظور شدہ قاعدوں اور درسی کتابوں کے لئے معیار کا کام دیں گے۔ اس کام میں پہل ہمیں کرنی چاہئے۔ دوسرے ہماری تقلید کریں گے۔

جہاں تک ہندستان میں اردو کی حیثیت اور اہمیت کو سرکاری طور پر منوانے کا سوال ہے۔ ہمیں اس حقیقت کا نہایت اعتماد کے ساتھ اعلان کرنا چاہئے کہ اردو محض ایک علاقائی زبان نہیں ہے۔ یہ ایک کل ہند زبان ہے۔ اس کے بولنے اور سمجھنے والے سارے ہندستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بعض ریاستوں میں اس کے بولنے والے بڑی تعداد میں ہیں، ان میں علاقائی زبان کے اردو کو بھی سرکاری طور پر تسلیم کرنا چاہئے۔ مشرقی پنجاب دہلی، اتر پردیش، بہار اور آندھرا میں اردو کو بھی دوسری زبان کا حق ملنا چاہئے۔ اس کے علاوہ راجستھان، مدھیہ پردیش، بمبئی، مدراس اور میسور میں، جہاں ایک معقول تعداد اردو میں تعلیم کا مطالبہ کرے، یہ مطالبہ پورا کرنا چاہئے۔ اردو ہندستان کی ان زبانوں میں سے ہے جنھیں دستور میں قومی زبان تسلیم کیا گیا ہے جواہر لال نہرو نے بار بار کہا ہے کہ یہ ہندستان کی قومی زبانوں میں سے ایک ہے۔ ہندی اور انگریزی کے بعد یہ ملک میں سب سے زیادہ سمجھی جاتی ہے ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق بھی اس کے بولنے والے ایک کروڑ ۵۳ لاکھ ہیں۔ حالانکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ صحیح تعداد ڈھائی کروڑ سے کم نہ ہوگی۔ لیکن سرکاری طور پر تسلیم شدہ تعداد بھی بہت بڑی تعداد ہے جو کشمیر سے راس کماری تک اور جودھ پور سے کلکتے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اردو بولنے والے ہندستان کی سب سے بڑی اقلیت ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لسانی اقلیت زیادہ تر مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ مگر اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں اور عیسائیوں کی بھی زبان ہے۔ یہ ہمیشہ ایک مشترک تہذیب کی نشانی، ایک مشترک خواب کی تعبیر، ایک ناقابل تقسیم اور مقدس وراثت کی طرح ہندستان کی ایک قومی زبان کہلائے گی۔ اب یہ ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کی توفیق کی بات ہے کہ وہ اس مشترک ورثے کی کس حد تک حفاظت کرتے ہیں۔

جب ہم نے علاقائی زبان کی تحریک چلائی تھی تو یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ اردو کا مخصوص علاقہ کون سا ہے۔ ظاہر ہے اردو کا گھر دہلی اور اتر پردیش میں ہے اور اس کا حلقہ سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ مگر کسی خطے میں اس کے بولنے والے اکثریت میں نہیں ہیں۔ کوئی خطہ صرف اردو کا نہیں ہے جو ہندی کا علاقہ ہے

(باقی ص ۹ پر دیکھئے)

انجمن کی چند زیر طبع کتابیں

۱۔ تذکرۂ شعرائے جے پور۔ مرتبہ احترام الدین احمد شاغل
۲۔ تنقیدیں (مضامین) خورشید الاسلام
۳۔ چند ہم عصر مولوی عبدالحق
۴۔ آئینۂ حقیقت پنڈت حبیب الرحمن شاستری
۵۔ انتخاب کلام مخدوم، کیفی، جذبی، اختر الایمان وامق جون پوری وغیرہ

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

جنرل سکریٹری کی رپورٹ

انجمن کی اردو کانفرنس منعقدہ ۳۰-جولائی ۵۹ء کو خطبۂ صدارت کے بعد پروفیسر آل احمد سرور صاحب نے جلسے میں یہ رپورٹ سنائی۔

آزادی کے بعد انجمن کی یہ پہلی کانفرنس ہے۔ ہماری خواہش تھی کہ یہ کانفرنس اردو دنیا کی توقعات کے مطابق اور انجمن کی وسیع تنظیم اور عوام کے جذبات کے شایانِ شان ہوتی۔ لیکن اپنے محدود وسائل کے پیشِ نظر اور اہم اور غور طلب مسائل کو دیکھتے ہوئے یہ زیادہ مناسب معلوم ہوا کہ صرف شاخوں کے نمائندوں، ممتاز ادیبوں، شاعروں، صحافیوں اور ناشروں کو ہی اس اجتماع کے لئے دعوت نامے بھیجے جائیں تاکہ ہم اپنے لسانی اور ادبی کاموں کا جائزہ لے سکیں اور آئندہ اقدامات کا فیصلہ کر سکیں۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ اگلے دسمبر میں کسی مرکزی مقام مثلاً دہلی میں ایک بڑی کانفرنس بلائیں، جس میں ہم ملک اور قوم کے سامنے اپنی تجاویز اور اپنا عملی پروگرام رکھ سکیں۔ ہمیں موجودہ جمود کو توڑنا ہے اور اپنے عمل سے فضا کو ہموار کرنا ہے۔ ہم اس وقت مظاہروں پر اپنی قوت ضائع نہیں کرنا چاہتے اور ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ اچھا کام خود سب سے اچھا مظاہرہ ہوتا ہے۔

یہ رپورٹ ایک طرح سے ذاتی رپورٹ ہے اس میں انجمن کے کام کا جائزہ ذاتی حیثیت سے لیا گیا ہے۔ کانفرنس کے بعد یہ مجلس عاملہ کے سامنے پیش کی جائے گی اور اس کی منظوری کے بعد شائع ہوگی۔

اس کانفرنس کی ایک اور مخصوص نوعیت کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس کی کوئی استقبالیہ کمیٹی نہیں بنائی گئی ہے۔ انجمن کے دفتر نے یونیورسٹی کے اساتذہ کے تعاون سے اس کا انتظام کیا ہے۔ انجمن کے صدر اس کانفرنس کے صدر ہیں۔ اس کے لئے لیڈروں سے پیامات نہیں مانگے گئے، نہ اس کے لئے کوئی چندہ اکٹھا کیا گیا ہے۔ ہم پروفیسر محمد مجیب، شیخ الجامعہ۔ جامعہ ملیہ دہلی کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس کا افتتاح کرنا منظور کیا۔ صدر انجمن کی عنایت سے یونیورسٹی کے ایک ہال میں مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام کیا گیا ہے موسم گرم ہے اور ہم مہمانوں کے لئے زیادہ سہولتیں فراہم نہیں کر سکے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے دوست اور رفیق اس کا خیال نہ کریں گے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے ارشاد کے مطابق میں نے قاضی عبدالغفار کے انتقال کے بعد انجمن کے سکریٹری کا کام ۱۹-جنوری ۵۶ء سے سنبھالا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب پہلے ہی انجمن کی صدارت سے استعفا دے چکے تھے اور انھوں نے جناب عبدالمجید خواجہ صاحب کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔ خواجہ صاحب نے پہلی فروری ۵۶ء سے صدارت کا کام شروع کیا اور باوجود اپنی علالت اور مصروفیات کے نہایت ہمدردی اور دل سوزی کے ساتھ انجمن کے کاموں کی نگرانی کرتے رہے۔ انھوں نے خرابیٔ صحت کی وجہ سے سال بھر کے بعد اس کام سے معذوری ظاہر کی اور جناب بشیر حسین صاحب زیدی وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا نام مجلس عام میں صدارت کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ ۱۰- فروری ۱۹۵۷ء سے زیدی صاحب انجمن کے صدر مقرر ہوئے اور اس تھوڑے سے عرصے ہی میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود انھوں نے ہمارے کام کے ہر شعبے میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور ہر قدم پر ہماری رہنمائی کی ہے۔ میں انجمن کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

قاضی عبدالغفار مرحوم۔ اردو کے بہت بڑے ادیب اور انشا پرداز تھے۔ انھوں نے ڈاکٹر ذاکر حسین کی قیادت میں نہایت نازک دور میں انجمن کی نئے سرے سے تنظیم کی، دفتر اور کتب خانے کو دہلی سے علی گڑھ منتقل کیا۔ انجمن کا نیا دستور بنایا، ہماری زبان اور اردو ادب کا اجرا کیا، مطبوعات کا سلسلہ شروع کیا، دورے کئے، پرانی شاخوں کو زندہ کیا اور نئی شاخیں قائم کیں۔ انھوں نے اگست ۱۹۴۹ء سے کام شروع کیا تھا، اور اگر ان کی صحت خراب نہ ہوتی تو وہ یقیناً بہت کچھ کرتے۔ لیکن مسلسل علالت کے باوجود حتی المقدور وہ انجمن کا کام کرتے رہے اور شاخوں کے اہم جلسوں میں شریک ہوتے رہے۔ ۱۷-جنوری ۵۶ء کو بالآخر موت کے ہاتھوں نے انھیں ہم سے چھین لیا۔

انجمن کے سکریٹری علامہ شبلی، نواب صدر یار جنگ، مولوی عزیز مرزا، ڈاکٹر عبدالحق اور قاضی عبدالغفار جیسے مقتدر حضرات رہے ہیں۔ مجھے اس بار کو اٹھانے میں پس و پیش تھا۔ مگر ڈاکٹر ذاکر حسین کے ارشاد اور اردو کے عشق نے مجبور کر دیا ——— مجھے شہرت، منصب یا اقتدار کی کوئی خواہش نہیں ہے لیکن یہ احساس ضرور ہے کہ اردو کی خدمت ایک فضیلت بھی ہے اور ایک عبادت بھی۔ مجھے خوشی ہے کہ اس

ہوں میں مجھے اردو کے تمام ادیبوں، کارکنوں اور اردو دوستوں کا تعاون حاصل ہے اگر میں انجمن کے ذریعے سے اردو زبان و ادب کی کوئی بھی خدمت کرسکا تو اسے اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا اور اگر مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں اسے کما حقہ انجام نہیں دے سکتا ہوں تو آپ سب حضرات سے معافی چاہوں گا اور کسی بہتر آدمی کے لیے جگہ خالی کردوں گا۔

قاضی صاحب مرحوم کی طویل علالت کی وجہ سے انجمن کے دفتر کی حالت اچھی نہ تھی مجھے دفتر کا انتظام درست کرنے ہماری زبان اور اردو ادب کی اشاعت کو وقت پر لانے مطبوعات کے پروگرام کو تیز کرنے اور شاخوں سے ربط قائم کرنے میں خاصا وقت لگا۔ جب تک گھر کا انتظام درست نہ ہو باہر توجہ کرنا بے معنی ہے مگر اب مجھے اطمینان ہے کہ نئے نائب معتمد محمد حفیظ الدین صاحب کی انتظامی صلاحیت اور تجربے کی وجہ سے انجمن کا دفتر شاخوں کے کام کی نگرانی کرسکتا ہے اور اب ہم لسانی اور ادبی محاذ پر اپنی مہم پھر سے شروع کرسکتے ہیں۔

تقریباً ڈیڑھ سال کے عرصے میں انجمن کی مجلس کے ۴ جلسے، مجلس عاملہ کے چار جلسے، مالی کمیٹی کے ۳ جلسے اور ادبی کمیٹی کے ۴ جلسے ہو چکے ہیں۔ ۵۔ جولائی کو یعنی کانفرنس کے فوراً بعد پھر انجمن کی مختلف کمیٹیوں کے جلسے ہوں گے جن میں کانفرنس کے فیصلوں پر غور کیا جائے گا۔

بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر دفتر کے کارکنوں میں حسب ذیل اضافہ کیا گیا ہے۔

محمد حفیظ الدین	نائب معتمد
اطہر پرویز	مہتمم مطبوعات
مستقیم احمد	ٹائپسٹ کلرک

نمائندہ خصوصی کا عہدہ ختم کردیا گیا ہے۔

۵۶ء۱۹ میں انجمن کی آمدنی خاصی کم ہوگئی تھی مطبوعات کی فروخت سے بہت کم روپیہ وصول ہوئے تھے، حکومت حیدرآباد کی امداد بھی جو ۲۰ ہزار سے گھٹ کر صرف تین ہزار روپیہ رہ گئی تھی بند ہونے والی تھی۔ ایجنسیوں کا حساب صاف نہیں تھا ہماری زبان اور اردو ادب بڑے خسارے پر چل رہے تھے واقعی آمدنی کے مقابلے میں خرچ بہت زیادہ تھا۔ میں نے ان سب پہلوؤں پر توجہ کی اور مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہے کہ ہر مد میں ہم آمدنی بڑھانے میں کامیاب ہوئے ہیں حیدرآباد کی حکومت کو بار بار لکھنے پر دو سال میں تین ہزار کی رقم مل گئی ہے اور میری کوشش یہ ہے کہ یہ امداد جاری رہے۔

مطبوعات کی مد میں دس ہزار سے زیادہ آمدنی ہوئی۔ یہ آمدنی آزادی کے بعد اب تک سب سے زیادہ ہے۔ ایجنسیوں کے حساب صاف ہوگئے ہیں۔ ان کے ذمے جو رقم ہے وہ رفتہ رفتہ وصول ہو رہی ہے۔ ہماری زبان کے خریدار پہلے سے دگنے ہیں۔ اور اردو ادب کے خریداروں میں بھی قابل ذکر اضافہ ہوا ہے۔ امسال یہ کوشش کی گئی تھی کہ خرچ واقعی آمدنی سے بڑھنے نہ پائے۔ چنانچہ ہم نے تقریباً ڈھائی ہزار روپیہ اس سال بچایا ہے۔ ۵۸۔۵۷ء۱۹ کے بجٹ میں آمدنی اسی ہزار یعنی تقریباً ڈیوڑھی ہوجانے کی امید ہے مگر خرچ پر ہم نے پابندی لگادی ہے کہ ۷۰ ہزار سے بڑھنے نہ پائے۔ انجمن نے جنوری ۵۷ء۱۹ سے اب تک جو کتابیں شائع کی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ نقد غالب۔ مرتبہ ڈاکٹر مختارالدین احمد
۲۔ یادگار حالی (نیا اڈیشن) صالحہ عابد حسین
۳۔ انتخاب کلام میر (نیا اڈیشن) ڈاکٹر عبدالحق
۴۔ ذکر حافظ سجاد ظہیر
۵۔ انتخاب جدید مرتبہ آل احمد سرور و عزیز احمد (نیا اڈیشن)
۶۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام ڈاکٹر عبدالحق (نیا اڈیشن)
۷۔ اردو صرف و نحو " "
۸۔ زنداں نامہ فیض احمد فیض
۹۔ انتخاب کلام عرش ملسیانی
۱۰۔ " " مجاز
۱۱۔ " " اختر شیرانی
۱۲۔ " " احمد ندیم قاسمی
۱۳۔ " " فیض
۱۴۔ " " شاد عارفی
۱۵۔ غزل " مجروح سلطانپوری (نیا اڈیشن)
۱۶۔ " " اختر انصاری
۱۷۔ " " سکندر علی وجد "
۱۸۔ ترقی پسند ادب (نیا اڈیشن) سردار جعفری

جو کتابیں چھپ گئی ہیں اور اس ہفتے میں پریس سے وصول ہوجائیں گی وہ یہ ہیں:

۱۔ تذکرہ شعرائے جے پور
۲۔ تنقیدیں۔ خورشید الاسلام
۳۔ جاں نثار اختر (انتخاب کلام)
۴۔ جگن ناتھ آزاد "

جو کتابیں زیر طبع ہیں وہ یہ ہیں۔

۱- ہندوستانی اخبار نویسی　عتیق احمد
۲- چند ہم عصر　نیا اڈیشن　عبدالحق
۳- آئینہ حقیقت　پنڈت حبیب الرحمن شاستری
۴- مقالات حالی　حصہ اول
۵- دیوان غالب　مرتبہ امتیاز علی عرشی
۶- انتخاب کلام جگر بریلوی، جذبی، اختر الایمان، فراق، اثر، ملا، روش، جگر مرادآبادی، مخدوم،

جو کتابیں اشاعت کے لئے منظور ہو چکی ہیں اور سال کے آخر تک ضرور شائع ہو جائیں گی وہ یہ ہیں۔

۱- نوائے ظفر　خلیل الرحمن اعظمی
۲- سندھ نامہ　پنڈت منوہر لال
۳- شرح میر　حامد حسن قادری
۴- جدید ہندی شاعری　ڈاکٹر مسعود حسین خاں
۵- اردو ڈراما (جدید ڈرامے)　ڈاکٹر محمد حسن
۶- فن تحریر کی تاریخ　اسحاق صدیقی
۷- جمالیات　مجنوں گورکھپوری
۸- دیمک　عبدالحمید خاں
۹- نسلیات　محشر عابدی
۱۰- بین الاقوامی مفاہمت اور تاریخ　سید محمد ٹونکی
۱۱- مرداد کشتن　ترجمہ منور لکھنوی
۱۲- شکنتلا　ترجمہ قدسیہ زیدی
۱۳- نئے شعرا کا انتخابی سلسلہ　مرتبہ خلیل الرحمن اعظمی، وحید الرحمن
۱۴- دیوان نسیم دہلوی　مرتبہ مختار الدین احمد
۱۵- ذکر میر　(فارسی)　مسعود حسن رضوی
۱۶- 〃　ترجمہ　خورشید الاسلام
۱۷- سرسید کے غیر مطبوعہ خطوط　مختار الدین احمد آرزو
۱۸- عمدۃ المنتخبہ　مالک رام

اس کے علاوہ ہمارے پاس اچھے مسودات اشاعت کے لئے برابر آ رہے ہیں اور ہماری کوشش یہ ہے کہ ان میں سے چند امسال ضرور شائع کر سکیں۔
(باقی)

ایک غلط فہمی

بعض اخباروں میں اردو کمیشن کے متعلق ایک قرارداد شائع ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ کانفرنس میں منظور ہوئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ قرارداد کھلے اجلاس میں پیش ہونے والی تھی مگر منتخبہ کمیٹی نے محسوس کیا کہ اسے فی الحال ملتوی کر دیا جائے کیونکہ اس پر عمل درآمد میں جو اخراجات ہوں گے ان کا سردست انتظام دشوار ہے۔ یہ قرارداد آئندہ کانفرنس کے لئے ملتوی کر دی گئی تھی۔ اس لئے "ہماری زبان" میں شائع نہیں ہوئی۔

اردو کانفرنس

ضروری اصلاح

دفتر کی غلطی کی وجہ سے اردو کانفرنس کی پہلی قرارداد اسی شکل میں شائع ہو گئی جس میں پہلے اجلاس میں پیش ہوئی تھی، حالانکہ منتخبہ کمیٹی کے غور و خوض کے بعد ترمیم شدہ شکل میں یہ قرارداد مولانا حفظ الرحمن نے دوسرے اجلاس میں پیش کی تھی اور متفقہ طور پر منظور ہوئی تھی۔ اس غلطی کے لئے "ادارہ ہماری زبان" معذرت خواہ ہے۔ ترمیم شدہ قرارداد حسب ذیل ہے۔

قرارداد

"انجمن ترقی اردو ہند کی یہ کانفرنس اعلان کرتی ہے کہ اردو کے بولنے، سمجھنے اور لکھنے پڑھنے والے ہندوستان کی سب ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر عقیدہ و خیال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کل ہند لسانی اقلیت کی بڑی تعداد دہلی، اترپردیش اور بہار میں آباد ہے اور دوسری ریاستوں میں بھی اس کے بولنے والے قابل لحاظ تعداد میں موجود ہیں۔

یہ کانفرنس ان مطالبات کی طرف توجہ دلاتی ہے جو اترپردیش اور بہار میں اردو بولنے والوں کے نمائندہ وفد لاکھوں دستخطوں کے ساتھ صدر جمہوریہ ہند کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں یعنی ان ریاستوں میں اردو کو علاقائی زبان کی حیثیت دی جائے اور اسے معینہ سرکاری اور تعلیمی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ اسی قسم کا مطالبہ دہلی کی طرف سے بھی پیش کیا جا چکا ہے۔

یہ کانفرنس مطالبہ کرتی ہے کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت دہلی، اترپردیش اور بہار میں اردو کو بھی ایک سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے یعنی اسے معینہ سرکاری اور تعلیمی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔

نیز یہ کانفرنس ضروری سمجھتی ہے کہ پنجاب، آندھرا، راجستھان، بمبئی، مدھیہ پردیش، مدراس، میسور اور کلکتہ میں بھی دارس، دفاتر اور عدالتوں میں اردو کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں۔

یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے انجمن کا ایک نمائندہ وفد صدر جمہوریہ سے دوبارہ ملے اور اپنے مطالبات ان کے سامنے رکھے۔

یہ کانفرنس مندرجہ بالا ریاستوں کی ریاستی شاخوں سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اپنی ریاست کی حکومت کو ان مطالبات کی طرف پر زور طریقے سے متوجہ کریں۔

اردو دنیا

سری پری پورنانند ورما کا پیغام

مجھے یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ علی گڑھ میں انجمن ترقی اردو کی جانب سے ۲۹، ۳۰ جولائی ۵۷ء کو ایک اردو کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔

چونکہ یہ کانفرنس اردو کی ترقی کے لئے منعقد ہو رہی ہے لہٰذا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اردو کے ایک ادنیٰ بہی خواہ کی حیثیت سے اس موقع پر اپنا پیغام آپ تک پہنچادوں میں اول تو اردو کے تمام محبان و ہمدردان سے اپیل کروں گا کہ اس محبوب زبان کی ترقی و ترویج کے لئے تمام تر کوششیں جاری رکھیں اور یہی نہیں کہ اس کانفرنس میں محض ریزولیوشن پاس کردیں اور بس اور یہ کانفرنس محض نشستند و گفتند و برخاستند تک نہ رہ جائے بلکہ ایک باقاعدہ تنظیم کے ساتھ ایک ایسا لائحہ عمل اس موقع پر مرتب کریں جس سے اردو کی ترقی و ترویج خاطر خواہ طور پر ہو سکے یہ بات واضح رہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں یہ ایک ایسی بین الاقوامی زبان ہے جو تمام تہذیبوں کی ہے اور جس کی خوبیوں پر ہم سب کو بلا لحاظ مذہب و ملت فخر ہے سچ تو یہ ہے کہ اردو میں وہ سرمایہ ہے کہ بغیر اسے حاصل کئے ہم اپنی قومی زبان ہندی کو بھی نہ ٹھیک طرح سیکھ سکتے ہیں اور نہ اسے بام عروج پر پہنچا سکتے ہیں ایسا میرا خیال ہے۔

دوم یہ کہ ہمیں ایسے نامناسب طریقوں سے بچنا ضروری ہے جس میں اردو اور ہندی کے درمیان کوئی تصادم نظر آئے مجھے بعض وقت یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بعض حضرات زبان کے اس مسئلہ کو تعصب کا رنگ دے دیتے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ انجمن ایک سرکاری ادارہ ہے جو درپردہ اردو کی بنیادیں کمزور کرنا چاہتا ہے۔ مجھے ایسی باتوں پر سخت حیرت ہوتی ہے۔ اگر ہماری حکومت اردو کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے تو پھر ہر سال ہزاروں روپے انجمن ترقی اردو کو بطور امداد کیوں دیتی ہے۔ مجھے تو اس میں حکومت کی نیک نیتی معلوم ہوتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ حکومت اردو کو ترقی دینا چاہتی ہے میں تو یہی چاہوں گا کہ حکومت نے جو کچھ اب تک اردو کے لئے کیا ہے ہم اسے اپنے ذہن میں رکھیں اور حکومت سے مزید امداد اور مزید سہولتوں کے خواہش مند ہیں اور اس کے لئے کوشش کریں۔

اس کانفرنس میں جو نمائندے شرکت کو تشریف لائے ہیں ان سے استدعا کروں گا کہ خادمان اردو کی حیثیت سے وہ اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کریں۔ اردو کے لئے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور اپنی حکومت سے بھی بہت مدد اور بہت کام لینا ہے اردو کی موجودہ صورت حال سے اگر محبان اردو افسردہ خاطر اور فکر مند ہیں تو یہ بات اپنی جگہ صحیح اور فطری ہے لیکن ہمیں اردو کے لئے تمام تر کوشش اس ڈھنگ سے کرنا ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اس سلسلے میں ضروری ہے کہ ہمارے اقدامات معقول اور قانون کے دائرے میں ہوں اور ایسے دانشمندانہ کہ اردو کو نہ صرف صوبے میں بلکہ سارے ہندوستان میں اس کا جائز مقام حاصل ہو جائے۔ یہی میری اور تمام محبان اردو کی دلی خواہش ہے۔ اردو کانفرنس کے لئے ۲۵ روپیہ کی حقیر رقم ارسال خدمت ہے۔

خادم اردو

پری پورنانند، صدر انجمن ترقی اردو شاخ کانپور ۲۰ جولائی ۵۷ء

غزل

زبانِ فطرت سے ان دنوں میں نئے نئے راز سُن رہا ہوں
مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے خود اپنی آواز سُن رہا ہوں

خبر نہیں اس کے اندھیرے میں کون خنجر چلا رہا ہے
کراہتی، ڈوبتی، سسکتی دلوں کی آواز سُن رہا ہوں

مجھے تو کوئی ملا نہ ایسا جو مرنے والوں کو زندہ کر دے
میں آج بھی بزمِ زاہداں میں حدیثِ اعجاز سُن رہا ہوں

سنا ہے اک لشکرِ عنادل مٹانے آیا ہے رسمِ زنداں
قفس کے نزدیک کچھ دنوں سے میں شورِ پرواز سن رہا ہوں

ملے گا نغمہ کوئی تو ایسا کہ ہو گی جس پر حیات رقصاں
شکیلؔ میں دل کی انجمن میں صدائے ہر ساز سن رہا ہوں

شکیل بدایونی

ڈاکٹر ذاکر حسین

انجمن ترقی اردو کے سابق صدر اور اردو کے ممتاز ادیب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے جولائی کے پہلے ہفتے میں ریاست بہار کی گورنری کا چارج لیا۔

ڈاکٹر صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ موصوف کے لئے کوئی عہدہ بھی ان کے اوصاف حمیدہ اور خدمات و قابلیت کے اعتبار سے بڑا نہیں ہے۔ پھر بھی ہم موصوف کو اس منصب جلیلہ پر فائز ہونے پر دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ حکومت ہند بھی مبارکباد کی مستحق ہے کہ ایسا صاحب نظر، درد مند، اور ممتاز قومی رہنما بہار کی حکومت کا نگراں ہے۔

مسعود اختر جمال کو وظیفہ

حکومت ہند کو جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند نے مسعود اختر جمال کے وظیفے کے لئے توجہ دلائی تھی اور دوسرے احباب نے بھی لکھا تھا خوشی کی بات ہے کہ حکومت نے نہایت عاجلانہ قدم اٹھایا اور مسعود اختر جمال صاحب کا ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا

مسعود اختر جمال صاحب علاج کے لئے شفا خانے میں داخل ہوگئے تھے۔ مرض کی تشخیص ہوگئی ہے وہ اب اسپتال سے واپس آگئے ہیں اور ان کو علاج سے خاطر خواہ فائدہ ہو رہا ہے

کبیرداس کا مقبرہ

کبیر کا جو خوبصورت مقبرہ تیار ہوا ہے اس میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ اس مشہور شاعر کے متصوفیانہ نظریات کا اظہار ہو ——— کبیر اپنی شاعری اور تعلیم کے ذریعے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک مشترک پلیٹ فارم پر لانا چاہتے تھے۔ انھوں نے زندگی بھر اس کا پرچار کیا۔ اسی لئے ان کے مقبرہ کے ایک سرے پر مسجد نما گنبد اور دوسرے پر مندر نما کلس بنایا گیا ہے۔ کہ کبیر کے پیغام کی یاد ہمیشہ تازہ رہے۔

اردو ٹرسٹ

"افکار" کراچی کی اطلاع ہے کہ اردو کی قدیم اور کلاسیکل کتابوں کے سستے اڈیشن شائع کرنے کے لئے بیس ہزار روپیہ کا ایک ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے جس کے صدر مسٹر ممتاز حسین اور سکریٹری مسٹر عزیز احمد ہیں۔ ممبروں میں شاہد احمد صاحب دہلوی، تابش صدیقی صاحب وغیرہ ہیں۔

انجمن ترقی اردو شاخ بلند شہر کا ایک ہنگامی جلسہ

بتاریخ ۴ جولائی ۵۷ء زیر صدارت جناب نظر برنی منعقد پذیر ہوا۔ جلسہ میں مجید لاہوری، آغا محمد طاہر کی سانحۂ مرگ پر اظہار تاسف کیا گیا۔

ناندیڑ میں مشاعرہ

۱۰ جون کی شب میں بارہ بجے ناندیڑ کلب کے زیر اہتمام ایک دوسرا عظیم الشان مشاعرہ زیر صدارت مسٹر مانک پرشاد ڈپٹی کلکٹر ناندیڑ ترتیب دیا گیا۔

مشاعرے کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر سی۔ آر داس نے کہا کہ یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ ابھی تھوڑے دن قبل ایک آل انڈیا مشاعرہ ترتیب دیا گیا تھا جس کے بعد سے یہاں ایک بیداری کی لہر پیدا ہوگئی ہے اور عوام میں اردو کے تعلق سے جو محبت ہے اس کا اندازہ ان مشاعروں کے ہزارہا شرکت کرنے والے سامعین کی تعداد اور دلچسپی سے لگایا جاسکتا ہے۔ مشاعرے میں ان شعراء کو زیادہ پسند کیا گیا۔ سکندر علی وجد، انور معظم، ساغر اقبال، شبر نواز، یوسف ناظم، سعید شہیدی اور برق عثمانیہ۔

بزم مشاعرہ تقریباً ایک بجے شب ساغر اقبال معتمد مشاعرہ کے شکریے پر ختم ہوئی۔

"میسور میں اردو صحافت کا ابتدائی دور"

مکری تسلیم! یکم جولائی ۵۷ء کے "ہماری زبان" میں مولوی عبدالغفار شکیل صاحب میسوری نے اپنے مضمون "میسور میں اردو صحافت کا ابتدائی دور" میں لکھا ہے کہ "...... عبدالحلیم شرر نے لکھنو سے دلگداز جاری کیا جس کے جواب میں بنگلور سے نادر شریف صابر نے "دلسوز" نکالا۔ صاحب موصوف نے "دلسوز" کا سن اجرا ۱۸۸۱ء لکھا ہے۔ غالباً آپ کو بھی اس بات کا علم ہوگا کہ مولانا شرر نے "دلگداز" جنوری ۱۸۸۷ء میں لکھنو سے جاری کیا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ۱۸۸۷ء میں جاری ہونے والے جریدے کا جواب ۱۸۸۱ء ہی میں نکلنا شروع ہوجائے

مہربانی فرماکر میرے اس اعتراض کو ہماری زبان میں شائع فرماکر شکیل صاحب کو اس کا موقع دیجیے کہ اپنی اس غلطی کی اصلاح کریں۔

خاکسار

محمد بشیر الحق دسنوی عظیم آبادی

مشاعرہ اردو کانفرنس

اردو کانفرنس منعقدہ ۱۰، ۱۱ جولائی ۱۹۵۷ء کے پروگرام مطابق ۱۰ جولائی ۵۷ء کو یونین ہال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مشاعرہ ٹھیک ۹ بجے شب بہ صدارت پنڈت آنند ئن ملا شروع ہوا۔ مشاعروں کے مروجہ عرفی رسم کے خلاف اور کا افتتاح صدر صاحب کے کلام سے ہوا پھر ترتیب وار ب ذیل شعرائے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ ین ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا۔

۱۔ پنڈت آنند نرائن ملا صدر، ۲۔ جناب پریم شنکر سریواستو
۔ شہاب جعفری صاحب ۴۔ پروفیسر آر۔ ڈی۔ بیتاب
۔ قمر رئیس صاحب ۶۔ منور لکھنوی صاحب
۔ ڈاکٹر نجیب الرحمن ۸۔ افتخار حسین صاحب شمیم
۔ خلیل الرحمن صاحب اعظمی ۱۰۔ ساغر مہدی صاحب
۔ باقر مہدی صاحب ۱۲۔ گلزار دہلوی صاحب
۔ مخدوم محی الدین صاحب ۱۴۔ مغیث الدین فریدی صاحب
۔ حسن نعیم صاحب ۱۶۔ پنڈت ہری چند اختر
۔ احترام الدین صاحب شاغل ۱۸۔ انور صابری صاحب
۔ پروفیسر احتشام حسین صاحب ۲۰۔ اختر اورینوی صاحب
۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۲۲۔ میکش اکبرآبادی صاحب
۔ روش صدیقی صاحب ۲۴۔ خورشید الاسلام صاحب
۔ پروفیسر آل احمد سرور صاحب ۲۶۔ جناب صدر

جناب صدر کے کلام کے بعد مشاعرے کا پہلا دور ختم ہوا پھر دوسرے دور میں بعض حضرات نے دوبارہ اپنا کلام ا۔ اس کے بعد پروفیسر آل احمد سرور صاحب نے ۔۔۔ عرصے میں تمام شرکت کرنے والے شعرا و سامعین و ۔۔۔ صدر کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ مشاعرہ کی کامیابی ۔۔۔ سے بڑا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ سامعین یہ چاہتے ہیں ۔۔۔ مشاعرہ ابھی ختم نہ ہوتا تو بہتر ہوتا۔ چنانچہ اس مشاعرے ۔۔۔ اس وقت ہر دل میں یہی احساس پایا جاتا ہے" ۱۲ بجے رات کو یہ پرلطف صحبت ختم ہوئی۔

ضیا زبیری

۔۔۔ ہند میں اردو کانفرنس

"سیاست" دکن کی ۔۔۔ ہے کہ ترچناپلی میں ۱۵، ۱۶ اگست کو کل جنوبی ہند اردو کانفرنس ۔۔۔ ڈاکٹر عبدالحق رکن پبلک سروس کمیشن مدراس اس کانفرنس ۔۔۔ صدارت کریں گے۔

سر آغا خاں کا انتقال

ہز ہائی نس آغا خاں سوم، ۸۰ سال کی عمر میں جنیوا میں انتقال کر گئے۔ وہ اسمٰعیلی خوجوں کے مذہبی پیشوا تھے۔ انھوں نے مسلمانان ہند کی تعلیمی کوششوں کی مدت تک رہنمائی کی۔ علی گڑھ کو یونیورسٹی بنانے کے لیے سارے ملک کا دورہ کیا اور ایک بڑی رقم جمع کی۔ مشرق و مغرب میں وہ ایک مشہور، ممتاز اور بااثر شخصیت رکھتے تھے اور سماجی خیر کاموں میں برابر حصہ لیتے رہتے تھے۔

رائے پور میں نارمل اسکول

خبر ہے کہ حکومت مدھیہ پردیش ایک اردو نارمل اسکول رائے پور میں قائم کر رہی ہے۔ انجمن ترقی اردو برہان پور عرصے سے مطالبہ کر رہی تھی۔ کہ برہان پور ایسی اہم جگہ پر اردو نارمل اسکول کا قائم ہونا ضروری ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ ضلع نماڑ کے دونوں صوبائی وزرا کی جانب سے اس مطالبے کے پورا ہونے کا یقین دلایا جا چکا تھا۔ اس پر عمل درآمد نہ ہونا تعجب خیز ہے۔

اردو کے ساتھ انصاف

عثمان آباد کے ایک وفد نے وزیر تعلیم بمبئی مسٹر ڈیسائی سے ملاقات کی اور اردو سے متعلق چند شکائتیں کھل کر بیان کیں۔

وفد نے کہا کہ مہتمم صاحب تعلیمات اردو کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ وہ اردو داں معلموں اور معلمات کا تبادلہ ایسی جگہوں پر کر دیتے ہیں۔ جہاں اردو پڑھنے والے بچے نہیں ہوتے۔ اور جہاں اردو پڑھنے والے موجود ہیں وہاں وہ اپنی اس حکمت عملی سے اردو داں استادوں کا مصنوعی کال پیدا کرتے ہیں۔ وزیر موصوف نے شکایتوں کو پوری توجہ سے سنا اور ضروری چھان بین کے لیے احکام جاری کر دیے انھوں نے ارکان وفد کو اطمینان دلایا کہ اردو کے ساتھ ناانصافی روا نہ رکھی جائے گی۔

انجمن کی چند اہم کتابیں

۱۔ ڈکشنری (انگریزی اردو) مرتبہ انجمن قیمت ۳۰/ روپے
۲۔ باپو کے قدموں میں ڈاکٹر راجندر پرشاد ۱۵/- "
۳۔ سیاسیات کے اصول حصہ اول ہارون خاں شروانی ۲/- "
۴۔ " " حصہ دوم " ۲/- "
۵۔ " " حصہ سوم " ۱/- "

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

بقیہ خطبہ صدارت اردو کانفرنس

وہی اردو کا بھی ہے کیونکہ ہندی اور اردو ایک دوسرے سے قریب ہیں اور ایک ہی سرچشمے سے نکلی ہیں اور دونوں میں ویسے بھی سگی بہنوں کا سا رشتہ ہے۔ مگر اس بنیادی یکانگت کے باوجود اردو اور ہندی میں فرق بھی ہے۔ دونوں کے ادب کا ارتقا علیحدہ علیحدہ ہوا ہے۔ اردو کے محاورے، اس کا عروض اس کے الفاظ کا سرمایہ، اس کا بین الاقوامی میلان، اس کا رسم خط اسے ہندی سے علیحدہ اور ممتاز کرتے ہیں۔ دونوں کو اور قریب لانے کے لئے کسی جبر سے کام لینا بہت بڑی غلطی ہوگی جیسے جیسے عوام کا اثر بڑھے گا، چلن کو اور اہمیت حاصل ہوگی اور اردو اور ہندی دونوں کا مزاج بہت کچھ بدلے گا۔ مگر تاریخ اور وقت نے انھیں جس طرح علیحدہ علیحدہ ترقی کرنے کی اجازت دی ہے اس کے پیش نظر اور اردو والوں کے جذبات، خواہشات امنگوں اور آرزوؤں کا احترام کرتے ہوئے ہر منصف مزاج اور مہذب سماج کو اردو کی مستقل اور آزاد حیثیت کو تسلیم کرنا چاہئے۔ اس زبان کا علاقہ کسی ایک صوبے کے حدود اربعہ میں محدود نہیں ہے۔ اس لئے اسے علاقائی زبان نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ایک کل ہند زبان ہے اور اس حیثیت سے ان صوبوں میں جہاں اس کی قابل لحاظ آبادی ہے اس کا تحفظ ہونا چاہئے۔ دفعہ ۳۴۷ میں بھی سرکاری زبان کا ذکر ہے، علاقائی زبان کا نہیں۔ سرکاری زبان کا مطالبہ اپنی جگہ بالکل جائز ہے اور اس طرح اردو کو کئی ریاستوں میں سرکاری حیثیت دی جا سکتی ہے۔ میری رائے میں آپ صدر کے پاس دوبارہ ایک نمائندہ وفد لے کر جانا چاہئے اور ان تمام ریاستوں میں جہاں اردو کی قابل لحاظ آبادی ہے اسے سرکاری زبان تسلیم کرانے پر زور دینا چاہئے۔

اس کے علاوہ میری رائے میں یہ بھی مناسب ہوگا کہ اگلے دو مہینے کے اندر سارے ہندوستان میں ایک یوم اردو منایا جائے اور ایک متفقہ تجویز منظور کرکے صدر کے پاس بھیجی جائے۔ ہمارا وفد اگر اس کے بعد صدر سے ملے تو اس کا زیادہ اثر ہوگا۔

صدر سے ملنے کے بعد دسمبر میں ایک بڑی کانفرنس دہلی جیسے مرکزی مقام پر بلانی چاہئے تاکہ ہم عوام کو اپنی اس کوشش کے نتیجے سے آگاہ کر سکیں اور کامیابی یا ناکامی کی صورت میں آئندہ کے لئے لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔ اس جلسے میں ہمیں اردو کے تمام اداروں، ادیبوں، شاعروں، صحافیوں کارکنوں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو بلانا چاہئے تاکہ یہ واقعی ایک نمائندہ اجتماع ہو۔

اس کے ساتھ ہمیں اردو انگریزی اور ہندی میں اردو کا کیس تیار کرکے بڑی تعداد میں سارے ملک میں تقسیم کرنا چاہئے تاکہ رائے عامہ اس مسئلے پر بیدار ہو سکے اور دوسری زبانوں کے بولنے والے ہمارے مطالبات کی اصلیت اور اہمیت سے واقف ہو سکیں۔

اب میں اردو دوستوں سے ایک اور ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ ہم اردو والے بہت قدامت پرست ہیں۔ ذرا سی تبدیلی یا تغیر کو گوارا نہیں کر سکتے۔ ہمیں زبان کا ایک خاص روپ عزیز ہے۔ ہم حسن کے ایک مانوس جلوے کے پجاری ہیں ہزار شیوہ حسن کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ ولی کی زبان اور میر و سودا کی زبان میں کتنا فرق ہے۔ میر و ناسخ کی زبان ایک دوسرے سے کتنی مختلف ہے۔ غالب اور مومن کے دور کی زبان میں اور سرسید، سرشار، حالی، شبلی اور نذیر احمد کی زبان میں کتنی تبدیلی ہو گئی ہے۔ آج اقبال اور پریم چند کی زبان ان بزرگوں کی زبان کے مقابلے میں کتنی بدلی ہوئی ہے۔ انگریز چاسر اسپنسر، شیکسپیر کو کتنا عزیز رکھتے ہیں۔ مگر ان کی زبان بجنسہ استعمال نہیں کرتے۔ ہندی لفظ کو فارسی کی اضافت کے ساتھ استعمال کرنے پر لوگ اعتراض کرتے ہیں مگر ذوق الجھڑک بولا بھی جاتا ہے اور لکھا بھی۔ ان عربی فارسی الفاظ کو جو صدیوں سے اردو میں رائج ہو گئے ہیں۔ اب بھی لوگ فارسی اور عربی کی طرح لکھنا چاہتے ہیں۔ موسم کو موسِم، مجبز کو مجبز، غدر کو غدَر خلل کو خلَل، برکت کو برکَت کیوں کہا جائے۔ افشائے دریائے لطافت

انجمن کی چند کتابیں

۱۔	افواج فلسفہ	ظفر حسین خاں	قیمت ۲/۸ روپے
۲۔	ایک مشرقی کتب خانہ	مبارز الدین رفعت	″ ۲/۰ ″
۳۔	مذہب اور دھرم	مہاتما گاندھی	″ ۲/۰ ″
۴۔	مشترکہ زبان	″	″ ۲/۸ ″
۵۔	دھمپد	منور لکھنوی	″ ۳/- ″
۶۔	اخلاقی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسین	″ ۲/۸ ″
۷۔	ہندستانی سماجیات	″	″ ۲/۸ ″
۸۔	مرقع افغان	ابرار حسین فاروقی	″ ۳/۴ ″

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

ہیں ڈیڑھ سو سال پہلے جو بات کہی تھی وہ آج بھی صدا بصحرا ہے۔ عربی اور فارسی کی غلامی نے اردو کی آزاد اور خود مختار حیثیت کو مجروح کیا ہے۔ عربی اور فارسی ادب کے اردو ادب پر جو احسانات ہیں انہیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اردو زبان کو ایک جدید ہندوستانی زبان کی حیثیت سے ہی زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ ہمیں روایات کا احساس ضرور ہونا چاہئے۔ مگر روایت پرستی ہماری ترقی کے راستے میں ایک روڑا بنی ہوئی ہے اسے دور ہی کرنا مناسب ہوگا۔

اگر ہم اردو کو ایک کل ہند زبان مانتے ہیں تو اس کے لئے ایک معیار کو تسلیم کرتے ہوئے بھی ہمیں اس کی مختلف علاقائی خصوصیات کو گوارا کرنا پڑے گا۔ پنجاب کی اردو، بہار یا دکن کی اردو سے کچھ مختلف ضرور ہوگی۔ اس میں وہاں کی مقامی زبانوں کا اثر ضرور ہوگا۔ اس اثر کا احساس ابھی تک عام نہیں ہے۔ نثر میں تو اس کی جھلک مل جاتی ہے۔ مگر ہماری شاعری کی زبان ابھی تک دہلی اور لکھنؤ کی پابند ہے۔ اس روش کو یکسر ترک کرنا تو غلط ہوگا کیونکہ پھر کوئی معیار نہ رہے گا۔ مگر اس میں خاصی وسعت اور فراخ دلی برتنے کی ضرورت ہے۔ یوں بھی ہماری شاعری کی زبان بڑی لطیف اور نفیس مگر بڑی نازک اور محدود ہے۔ اس میں جدید ذہن کی پوری طرح عکاسی نہیں ہوتی۔ آنچ کم ہے اور سوز و گداز کچھ چھن کر اور مدھم ہو کر آتا ہے۔ اس معاملے میں ذہن کے دریچے کو کشادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کھیتوں اور کارخانوں کی کچھ گرد اور ہمارے صنعتی میلان کا کچھ عکس اس میں آجائے تو اس کی توانائی اور بڑھ جائے گی اور یہ عوام کے دل سے اور قریب ہو جائے گی۔

آخر میں صرف یہ کہنا ہے کہ انجمن ترقی اردو اپنے کو اردو کا ٹھیکے دار نہیں سمجھتی اردو کے جو ادارے اس وقت ملک میں موجود ہیں ہم سب کا تعاون چاہتے ہیں۔ اردو کا کام اتنا بڑا اور پھیلا ہوا ہے کہ اس کے لئے بہت سے کارکنوں اور خادموں کی ضرورت ہے۔ ان میں اگر کوئی اختلاف ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ مگر ہمیں ایک دوسرے کی نیت پر شبہ نہیں کرنا چاہئے۔ انجمن ایک مشترک پلیٹ فارم ہے۔ اس کے ذریعے سے وہ لوگ بھی اردو کی خدمت کر سکتے ہیں جن کے سیاسی خیالات یکساں نہیں ہیں۔ انجمن کی پالیسی ایک سوچی سمجھی ہوئی پالیسی ہے۔ ممکن ہے یہ صحیح نہ ہو۔ اس کا فیصلہ تو وقت ہی کرے گا مگر ایسا نہیں ہے کہ چونکہ انجمن کو حکومت سے مالی امداد ملتی ہے اس لئے وہ حکومت کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتی اور ہمیشہ نرم روی اور آہستہ خرامی کی تلقین کرتی ہے۔ حکومت کی امداد ہمارا جمہوری حق ہے ہم اسے ناکافی سمجھتے ہیں اور اپنے ادبی کام کو بڑھانے کے لئے اس سے زیادہ امداد کا مطالبہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن انجمن کسی ایک سیاسی مسلک یا ہنگامی نظریے کی پابند نہیں ہو سکتی۔ اس کے پیچھے ۵۴ سال کی ایک شاندار تاریخ ہے اور یہ کوشاں ہے کہ اپنی کارکردگی اور افادیت کو بڑھائے، اپنے حلقہ اثر کو وسیع کرے، اور اپنی مقبولیت کو عام کرے۔ ہندوستان میں اردو کی خدمت اور اردو کے ذریعے سے ہندوستان کی خدمت، اس کا مسلک ہے اور اس مقدس مشن میں شرکت کی، میں آپ سب حضرات کو دعوت دیتا ہوں۔ اس مشن کی خاطر ہمیں حوصلے اور ہمت سے کام لینا ہے دشواریوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ ناواقفیت اور تعصب کو دور کرنا ہے بھڑکتے ہوئے شعلے کے بجائے سلگتی ہوئی آگ کا مزاج پیدا کرنا ہے۔ ایک دوسرے پر طنز و تعریض میں اپنی قوت کو ضائع نہیں کرنا ہے، بلکہ متفقہ کوشش اور متحدہ جد وجہد سے اردو کو اس کے اصلی مقام پر فائز کرنا ہے۔

انجمن کی غالب پر اہم کتابیں

۱۔	نقد غالب	مرتبہ مختارالدین آرزو	قیمت	۱/۔ روپے
۲۔	احوال غالب	"	"	۹/۔ "
۳۔	محاسن کلام غالب	ڈاکٹر بجنوری	"	۱/۴ "

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

انجمن کی چند ادبی کتابیں

۱۔	پرچھائیں	آصف علی	قیمت	۲/۔ روپے
۲۔	حیات سرسید	نورالرحمن	"	۳/۸ "
۳۔	حیات اجمل	قاضی عبدالغفار	"	۶/۔ "
۴۔	محاسن کلام غالب	ڈاکٹر بجنوری	"	۱/۴ "
۵۔	میر تقی میر	خواجہ احمد فاروقی	"	۱۲/۔ "
۶۔	احوال غالب	مختارالدین آرزو	"	۹/۔ "
۷۔	نقد غالب	"	"	۱۰/۔ "
۸۔	یادگار حالی	صالحہ عابد حسین	"	۴/۴ "
۹۔	ہندی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد حسن	"	۵/۸ "
۱۰۔	قومی تہذیب کا مسئلہ	ڈاکٹر عابد حسین	"	۹/۔ "

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

لغت اور استعمالِ عام

رشید حسن خان

(بہ سلسلۂ گزشتہ)

۵ عربی کے بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کی حرکت اردو اور عربی میں ایک ہے۔ البتہ ان کے تلفظ میں فرق ہے۔ جیسے محشر، محمود، احمد وغیرہ۔ یہ عربی میں بہ فتح اول ہیں۔ اردو میں بھی بہ فتح حرف اول مستعمل ہیں لیکن فتح کا تلفظ دو قسم ہوتا ہے۔ اہل عرب کا خاصہ ہے بلکہ ایسے الفاظ کے تلفظ میں ایک قسم کی ادا ئے والی کیفیت پائی جاتی ہے۔ بہت سے حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ایسے الفاظ کو اسی قاریانہ لہجے میں ادا کرتے ہیں۔ محض اس لئے کہ اس طرح لہجے میں انفرادیت پیدا ہو جائے۔ یہ بہت غلط طریقہ ہے۔ مثلاً احمد بروزن افضل ہے۔ لیکن اردو میں الف کے فتحہ کی آواز کو ترچھا کر کے خیر کے وزن پر بولتے ہیں۔ یا محل کے حا پر زبر ہے۔ لیکن ہمارے تلفظ میں زبر کی آواز زیر کی آواز سے مشابہ ہو کر نکلتی ہے ان الفاظ کا یہ اردو والا تلفظ ہی درست ہے جو لوگ قاریانہ انداز سے عربی والا تلفظ ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ نہایت غلط کرتے ہیں اور اپنی جہالت اور کم نظری کا ثبوت دیتے ہیں۔

اسی قبیل سے ہندی کے کچھ افعال ہیں مثلاً بہل گیا، بہک گیا، دہک گیا وغیرہ کہ ان میں ہا سے ہوز مفتوح ہے۔ لیکن فتح کی آواز کسرہ سے قریب ہو کر نکلتی ہے۔ قافیہ میں ضرور یہ شکل چہک وغیرہ کے ساتھ آتے ہیں۔ لیکن اس کو ضرورت قافیہ (جس کی مجبوری سے بہت سی باتیں جائز ہو جاتی ہیں) سمجھ کر تلفظ میں وہی اردو والی کیفیت رکھنا چاہئے۔

۶ اساتذہ نے عربی و فارسی الفاظ کے ساتھ دوسری زبانوں کے الفاظ کی (ہندی لفظ کی خاص طور پر) ترکیب جائز نہیں رکھی ہے۔ مثلاً لاچار، لاپتہ، سمجھ دار، وغیرہ کو اصولاً غلط سمجھا گیا اور دست کاشی، محرم آب رواں، پس پردہ جہن، وغیرہ کو صحیح۔ اصول یہ بتایا گیا کہ جو لفظ علم ہو، یا جس کا بدل اردو میں موجود نہ ہو، ایسے لفظ کے ساتھ اضافت جائز ہے لیکن جب پوچھا جاتا ہے کہ لب سڑک، دیوا دین، ڈاک خانہ، پان دان، پکہ بان وغیرہ کا کیا بنے گا تو کہا جاتا ہے کہ ہرچند کہ یہ غلط ہیں لیکن اب ان کو مجبوراً صحیح مان لیا جائے کیونکہ یہ اس حد تک استعمالِ عام میں آچکے ہیں کہ ان کو چھوڑنا ممکن نہیں ہے ــــــ حالانکہ اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اگر استقصا کیا جائے تو ایسے ہند مرکبات جو بالعموم رائج ہیں کئی سو نہیں گے۔ اس طرح استثنا کیا ہوا معیار کی تذلیل ہو گئی۔ دراصل اس قاعدے پر اصرار کرنا اور ہند مرکبات کو زبان سے نکالنا یا ان کو صحیح نہ سمجھنا یہ سب باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ایسے حضرات علم اللسان سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے۔ یا پھر وہ کسی خاص محلہ یا مخصوص محل کی زبان ہی کو زبان سمجھتے ہیں اور اس کا مہمل ہونا عیاں ہے۔

اصول یہ ہونا چاہئے کہ ہر وہ لفظ جس کے ساتھ ترکیبِ اضافت دگر سے یعنی لفظی و صوتی اعتبار سے کوئی نامانوس کیفیت نہ پیدا ہو جائے تو اس مرکب کو صحیح مان لینا چاہئے۔ خواہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔ اگر آپ "درد گھٹنا" لکھیں تو یقیناً مضحکہ خیز بات ہوگی۔ اسی طرح اگر آپ "تصدیقِ غیر تشفی" لکھیں تو یہ بھی بجائے خود قابلِ استہزا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ترکیب خواہ فارسی و عربی الفاظ میں ہو یا فارسی و ہندی، یا عربی و ہندی میں یا کسی بھی زبان کے الفاظ ہوں اگر ترکیب میں قباحت ہے تو وہ ترکیب قطعاً جائز ہے۔ میں نے جناب آل شاہ جہاں پوری سے ان کا ایک واقعہ سنا کہ مولانائے موصوف نے ایک بار اپنے استاد تسلیم عثمانی کو ایک غزل بغرض اصلاح دی کہ جس میں ایک مصرع تھا :

"ہم نے نظارہ کیا ہے پس چلمن ان کا"

منشی صاحب نے پس چلمن کو قلمزد کر دیا اور مصرع میں اس طرح اصلاح دی: "ہم نے نظارہ کیا ڈال کے چلمن ان کا" اور حاشیہ پر لکھ دیا کہ "پس چلمن" ہند ترکیب ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو مصرع اپنی پہلی شکل میں زیادہ سلیس تھا۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ خود منشی صاحب مرحوم نے ایک جگہ لکھا ہے:

تا منگ آبیاری پارس سے زر بنے
جب تک صدف میں قطرہ نیساں گہر بنے

(پارس مستعمل معنی میں خالص ہند ہے)

بہرحال اب وہ سارے مرکبات جو سلیس و فصیح ہیں اور آج تک ہند مرکبات کے تحت مردود قرار دیے گئے قابل قبول ہیں بلکہ ایسے مرکبات کا مسلسل اضافہ زبان کی وسعت کے لئے ضروری ہے۔

(باقی)

شعراء کے انتخابی سلسلے کی کتابیں

۱۔ فیض ۲۔ مجاز ۳۔ مخدوم ۴۔ مجروح ۵۔ جوش
۶۔ جاں نثار اختر ۷۔ احمد ندیم قاسمی ۸۔ اختر انصاری
۹۔ جگن ناتھ آزاد ۱۰۔ وجد ۱۱۔ شاد عارفی

ہر انتخاب کی قیمت بارہ آنے

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

تبصرے

[illegible] احمد بدایونی

کبیر جوگ

جلد سوم ۔ حصہ سوم ۔ قیمت ۱/۸ روپیہ
اشاعت کردہ رادھا سوامی ست سنگ
نظام آباد ۔ حیدر آباد ۔ دکن

ہندو مذہب میں بے شمار فرقے ہیں ۔ جن میں ایک رادھا سوامی مت کہلاتا ہے ۔ اس مت کے بڑے پرچار کرنے والے ایک صاحب ہوئے ہیں جو دیال مہرشی شیو برت لال جی درمن کے نام والقاب سے یاد کئے جاتے ہیں ۔ رادھا سوامی مت دراصل ایک صوفیانہ فرقہ ہے جو دوسرے مذاہب سے رواداری کی تعلیم دیتا ہے اور جس میں ہندو اور اسلامی تصوف کے خیالات گڈمڈ ہیں اس میں وحدت الوجود ۔ سلوک ۔ شریعت ۔ طریقت ۔ حقیقت ۔ ناسوت ۔ ملکوت ۔ جبروت ۔ لاہوت وغیرہ کی نئی نئی اور عجیب عجیب تعبیرات کی گئی ہیں ۔

کتاب زیر نظر میں مصنف شیو برت لال نے کبیر صاحب اور جہاں گشت بغدادی کی ملاقات کا حال لکھا ہے اور بتایا ہے کہ جہاں گشت بغداد سے بنارس محض کبیر سے ملنے ، اپنے قلبی شکوک رفع کرنے اور روحانی فیض پانے کی غرض سے آیا تھا اور بعد تحصیل مرام واپس گیا ۔ کبیر پندرھویں صدی کے مشہور سنت کوی گزرے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک برہمنی کے بطن سے تھے اور انھوں نے ایک مسلمان جولاہے کے گھر پرورش پائی ۔ کبیر کے اخلاقی دوہے آج تک بچے بچے کی زبان پر ہیں ۔ جہاں گشت بغدادی جہاں تک ہمارا خیال ہے ایک فرضی شخصیت ہے جس نے روحانیت کے بارے میں متعدد سوالات کئے ہیں اور کبیر نے ان کے جوابات دئے ہیں جوابات کے ضمن میں موقع موقع سے فٹ نوٹ میں فارسی شعراء کے اشعار بھی تائید اً درج کر دیئے گئے ہیں ۔ غرض کتاب اول سے آخر تک خدا اور شیطان کے ایک ہونے ۔ پھر تمام وجود کی نفسانیتوں اور جسمانیتوں کے مجموعے کا نام شیطان ۔ اور کل وجود کی حقانیتوں اور روحانیتوں کے مجموعے کا نام اللہ قرار دینے ۔ آدم پرستی و پیر پرستی کو طریقت بتانے غرض اسی قسم کے لایعنی تخیلات سے بھری ہوئی ہے ۔ اسلامی تصوف کی تاریخی اساس کے متعلق مصنف کی عجیب تحقیق سننے کے قابل ہے ۔ ان کے نزدیک تصوف ہندوؤں سے شروع ہوا ۔ اُن سے پارسیوں کو جزوی علم ملا ۔ پارسیوں سے یہودیوں کو جزو کا بھی جزوی حصہ نصیب ہوا ۔ پھر ہندوا س عقیدے کو مصر اور یونان لے گئے اور یہی لوگ پارس اور عراق وغیرہ لے گئے ۔ آخر جب پارسی مسلمان بنائے گئے تو انھوں نے اپنے پرانے عقائد کو اسلامی جامہ پہنا کر پیش کیا ۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

مکتوبات مہرشی

مولفہ : نندو بھائی ۔ قیمت ایک روپیہ

یہ کتاب بھی مذکورہ بالا مت کی ترجمان اور دیال بھنڈار کیشو گری ۔ حیدر آباد دکن کی اشاعت کردہ ہے ۔ اس میں مہرشی شیو برت لال جی کے جانشین نندو بھائی نے مہرشی مذکور کے چند خطوط یکجا کر دیئے ہیں ۔ یہ خطوط ملک کے مختلف ہندو اور مسلم حضرات کے نام ہیں ۔ ان میں بھی تصوف ۔ روحانیت اور وحدت الوجود کے خیالات اسی انداز میں پیش کئے گئے ہیں جو کبیر جوگ کی خصوصیت ہے ۔ جن اصحاب کو ان مسائل سے دلچسپی ہو وہ دیال بھنڈار کیشو گری ۔ حیدر آباد سے طلب کر سکتے ہیں ۔

انجمن کی نئی کتابیں

ترقی پسند ادب ـــــــ سردار جعفری

ترقی پسند ادب کا نیا اڈیشن بعد ترمیم و تنسیخ کے دوبارہ شائع ہوا ہے ۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب قیمت پہلے اڈیشن کے مقابلے میں کم ہے ۔
قیمت تین روپے ۷۵ نئے پیسے

وجد سکندر علی وجد کے انتخاب کلام کا نیا مجموعہ جس میں ان کا بیشتر تازہ کلام شامل کر لیا گیا ہے یہ انتخابی سلسلے کے سٹ میں ایک نیا اضافہ ہے ۔
قیمت ۷۵ نئے پیسے

جاں نثار اختر جاں نثار اختر کے انتخاب کلام کا مجموعہ جس میں اختر کی شاعری کا نچوڑ ہے ۔ پہلی بار انجمن کی طرف سے دیدہ زیب کتابت اور طباعت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے قیمت ۷۵ نئے پیسے

اردو صرف و نحو ـــــــ مرتبہ مولوی عبدالحق

مولوی عبدالحق کی کتاب کا نیا اڈیشن جو مختلف اسکولوں اور کالجوں میں بطور نصاب کے رائج ہے ۔ قیمت ایک روپیہ

[illegible] سے چھپوا کر [illegible] انجمن [illegible] سے شائع کیا